ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 475

Program: B.A. (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: اصول فقہ (نور الانوار) (475) • سطح: بی۔اے (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ و حوالہ کے لیے)

USMAN NOTES www.usmannotes.com

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس پڑھیں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور جوابات اپنے الفاظ میں لکھیں۔

سوال نمبر 1: نسخ کے معنی اور احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 1: نور الانوار کی روشنی میں نسخ کے معنی اور احکام تفصیل سے تحریر کریں۔ (20)

تعارف

نسخ شریعت کے ان اہم مباحث میں سے ہے جن کا تعلق خود وحی کے دور سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی مصلحتوں کے پیش نظر تدریج کو شریعت کا اسلوب بنایا: بعض احکام پہلے ایک صورت میں آئے، پھر زمانہ گزرنے اور حالات بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے وہی حکم ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم دے دیا۔ یہ تبدیلی دراصل اللہ کی حکمت و رحمت ہے، نہ کہ سابق حکم کی کوئی خرابی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نسخ کا دروازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور اب قیامت تک کے لیے شریعت اپنے آخری احکام کے ساتھ کامل و محفوظ ہے۔ نور الانوار میں نسخ کی بحث کتاب اللہ اور سنت کے باب میں اس لیے آتی ہے کہ طالب علم یہ پہچان سکے کہ کون سا حکم منسوخ ہے اور کون سا حکم برقرار ہے، کیونکہ منسوخ پر عمل نہیں ہوتا اور ناسخ ہی پر عمل ہوتا ہے۔

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی

نسخ کے لغوی معنی دو ہیں: ایک ازالہ اور مٹا دینا، جیسے سورج کا سائے کو ختم کر دینا؛ دوسرا نقل اور تحویل، جیسے کتاب کو دوسری جگہ منتقل کر دینا۔ اصولیین کے نزدیک بعض تعریفوں میں پہلا معنی اور بعض میں دوسرا رنگ نمایاں ہے، لیکن نور الانوار کی روشنی میں نسخ کی جامع تعریف یہ ہے: کسی شرعی حکم کو ایک شرعی دلیل کے ذریعے اس طرح ختم کر دینا کہ اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو وہ حکم برقرار رہتا، اس شرط کے ساتھ کہ ختم کرنے والی دلیل بعد میں آئی ہو۔ تعریف کے اجزا یہ ہیں: اول یہ کہ ختم ہونے والا بھی شرعی حکم ہو، محض لغوی یا عقلی بات کا ختم ہونا نسخ نہیں؛ دوم یہ کہ ختم کرنے والی دلیل بھی شرعی ہو، کسی کے ذاتی رائے سے حکم ختم نہیں ہوتا؛ سوم یہ کہ دلیل متراخی ہو یعنی بعد میں آئی ہو، کیونکہ ہم زمان چیز اگلی کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس سے تعارض پیدا ہوتا ہے؛ چہارم یہ کہ اگر یہ دلیل نہ ہوتی تو پہلا حکم باقی رہتا، اس قید سے وہ احکام نکل گئے جن کی مدت خود شارع نے پہلے ہی مقرر کر دی تھی، جیسے روزے کا غروب آفتاب پر ختم ہو جانا نسخ نہیں بلکہ حکم کی غایت ہے۔

یہاں ایک اہم فرق یاد رکھنا چاہیے کہ نسخ اور تخصیص میں بڑا فرق ہے۔ تخصیص میں عام کے بعض افراد ابتدا ہی سے مراد نہیں ہوتے اور حکم اپنے باقی افراد میں باقی رہتا ہے، جبکہ نسخ میں پہلا حکم اپنے پورے محل میں ایک مدت تک ثابت رہ کر بعد میں ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نسخ اور بداء میں بھی فرق ہے: بداء کا مطلب اللہ کے علم میں تبدیلی ہے جو

جائز نہیں، جبکہ نسخ میں اللہ کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی؛ اللہ پہلے بھی جانتا تھا کہ یہ حکم فلاں وقت تک رہے گا اور پھر ختم ہو جائے گا، صرف بندوں کو اس مدت کا علم پہلے نہیں دیا گیا تھا۔ یہودیوں نے نسخ کا انکار اسی غلط فہمی سے کیا، جبکہ قرآن نے جواب دیا: ما ننسخ من آیۃ أو ننسہا نأت بخیر منہا أو مثلہا۔

نسخ کے احکام اور شرائط

نسخ کے احکام درج ذیل ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ نسخ کتاب و سنت دونوں میں ہوتا ہے اور دلائل سے ثابت ہے؛ قرآن کی بعض آیات کے احکام منسوخ ہوئے جیسے عدت وفات کا حکم پہلے ایک سال تھا بعد میں چار ماہ دس دن مقرر ہوا، اور قبلے کی تبدیلی بھی نسخ کی بڑی مثال ہے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ختم کر کے کعبے کی طرف رخ کرنا مقرر ہوا۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ نسخ صرف زمانہ رسالت میں ممکن تھا، اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی حکم کا نسخ نہیں ہو سکتا، اجماع بھی نسخ نہیں کر سکتا کیونکہ اجماع وحی کے بعد ہوتا ہے اور ناسخ کا وحی ہونا شرط ہے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ اخبار یعنی خبری جملے منسوخ نہیں ہوتے، نسخ صرف احکام یعنی امر و نہی والے کلام میں ہوتا ہے، کیونکہ خبر کو جھوٹا کرنا لازم آئے گا جو شارع پر محال ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ نسخ میں یہ شرط ہے کہ منسوخ حکم ایسا ہو جس کا ثبوت و دوام دلیل سے ممکن ہو؛ جو حکم خود شریعت میں ہمیشگی کی تصریح کے ساتھ آیا ہو، جیسے جہاد کا قیامت تک جاری رہنا، وہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ ناسخ کا منسوخ سے قوی یا کم از کم اس کے برابر ہونا شرط ہے؛ کتاب کی آیت کو کتاب ہی کی آیت یا متواتر سنت ختم کر سکتی ہے، البتہ احناف کے نزدیک کتاب کا نسخ سنت مشہور سے بھی جائز ہے، جبکہ خبر واحد سے کتاب کا نسخ نہیں ہو سکتا۔ چھٹا حکم یہ ہے کہ ناسخ کے آنے کے بعد منسوخ حکم پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا اور جو شخص ناسخ کو جانتے ہوئے منسوخ پر عمل کرے وہ گناہ گار ہو گا۔ ساتواں حکم یہ ہے کہ نسخ میں زیادتی بھی شامل ہے یا نہیں اس میں اصولی بحث ہے: کسی حکم پر جز کا اضافہ کرنا عند الاحناف نسخ کے حکم میں ہے، کیونکہ اس سے سابق حکم کی صورت بدل جاتی ہے، جیسے نماز میں کسی رکن کا اضافہ ہو تو پہلی صورت باقی نہیں رہتی۔

ناسخ کی اقسام

ناسخ و منسوخ کی صورتیں بھی سمجھنا ضروری ہے۔ کبھی تلاوت بھی منسوخ ہوتی ہے اور حکم بھی، کبھی تلاوت باقی رہتی ہے اور صرف حکم منسوخ ہو جاتا ہے جیسے عدت وفات کی آیت کہ تلاوت موجود ہے مگر اس کا ایک سال والا حکم منسوخ ہے، اور کبھی حکم باقی رہتا ہے مگر تلاوت منسوخ ہو جاتی ہے جس کی مثال رجم کی آیت دی جاتی ہے کہ حکم آج بھی ثابت ہے مگر اس عبارت کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کا تعلق فقط حکم سے نہیں بلکہ مجموعی نظام وحی سے ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کی حفاظت کے نظام کے تحت امت تک معتبر سندوں کے ساتھ پہنچا ہے۔ ہمیں آج نسخ کی شناخت اسی لیے ضرورت پڑ سکتی ہے کہ معتبر نقل، تاریخ نزول کی معرفت یا صحابہ کے اقوال سے معلوم ہو کہ فلاں حکم بعد کا ہے اور فلاں پہلے کا؛ محض عقل سے کسی آیت کو منسوخ کہہ دینا جائز نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ نسخ کسی شرعی حکم کو بعد میں آنے والی شرعی دلیل سے ختم کر دینے کا نام ہے، جو اللہ کی حکمت کے تحت صرف دور وحی میں واقع ہوا اور اب اس کا دروازہ بند ہے۔ اس کے احکام میں ناسخ کی قوت، منسوخ کی قابلیت، ناسخ کا متراخی ہونا اور اخبار کا اس سے مستثنیٰ ہونا بنیادی شرائط ہیں۔ نور الانوار نے ان احکام کو اس قدر وضاحت سے بیان کیا ہے کہ طالب علم ناسخ و منسوخ کو پہچان کر استدلال کی غلطیوں سے بچ جاتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ شریعت اپنے آخری احکام کے ساتھ کامل اور ہمیشہ کے لیے قابل عمل ہے۔

سوال نمبر 2: قیاس کی تعریف اور اقسام (20 نمبر)

سوال نمبر 2: قیاس کی تعریف اور اقسام پر مثالوں کی روشنی میں جامع نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

کتاب، سنت اور اجماع کے بعد احکام شرعیہ کا چوتھا بڑا ماخذ قیاس ہے۔ انسانی زندگی میں روز نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کا حل لفظاً کتاب و سنت میں موجود نہیں ہوتا، لیکن ان کی اصل اور نظیر موجود ہوتی ہے۔ قیاس وہ ذریعہ ہے جس سے مجتہد منصوص مسئلے کے حکم کو علت کی بنا پر غیر منصوص مسئلے تک پہنچاتا ہے۔ اسی قیاس کی بدولت شریعت ہر دور کے مسائل کا جواب دیتی ہے اور قیامت تک قابل عمل رہتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس طریقے کی تحسین فرمائی کہ جب کتاب و سنت میں نہ پاؤں گا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نور الانوار میں قیاس کی بحث اس لیے تفصیل سے آئی ہے کہ یہ اجتہاد کا دروازہ بھی ہے اور بداحتیاطی ہو تو غلطی کا سبب بھی۔

قیاس کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

قیاس لغت میں اندازہ لگانے اور ایک چیز کو دوسری کے برابر کرنے کو کہتے ہیں، جیسے کپڑے کو ناپ کر اس کے برابر کاٹنا۔ اصطلاح میں نور الانوار کے مطابق قیاس کی تعریف یہ ہے: کسی غیر منصوص واقعے کو کسی منصوص واقعے کے حکم میں اس مشترک علت کی بنا پر شریک کرنا جو دونوں میں پائی جاتی ہو۔ اس تعریف سے قیاس کے چار ارکان نکلتے ہیں: اصل، یعنی وہ منصوص مسئلہ جس کا حکم کتاب یا سنت یا اجماع سے ثابت ہو؛ فرع، یعنی وہ نیا مسئلہ جس کا حکم معلوم کرنا مقصود ہو؛ علت، یعنی وہ وصف جو اصل اور فرع میں مشترک ہو اور حکم کی بنیاد ہو؛ اور حکم، یعنی وہ شرعی حکم جو اصل سے فرع کی طرف منتقل کیا جائے۔ مثال کے طور پر شراب کی حرمت کتاب سے ثابت ہے اور اس کی علت نشہ ہے؛ نبیذ یعنی کھجور کی شراب جیسی نئی چیز میں جب نشہ پایا گیا تو حرمت کا حکم بھی اس کی طرف منتقل ہو گیا۔ یہاں شراب اصل ہے، نبیذ فرع ہے، نشہ علت ہے اور حرمت حکم ہے۔ اسی طرح سود میں چھ چیزوں کا حکم آیا اور علت قدر و جنس یا وزن و جنس قرار پائی، پھر اسی علت پر چاول اور دالوں وغیرہ پر قیاس کیا گیا۔

قیاس کی شرائط کا اجمالی خاکہ

قیاس کے درست ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن کا جاننا اقسام سے پہلے ضروری ہے۔ علت وہ وصف ہونا چاہیے جو ظاہر، منضبط اور مناسب ہو اور شرع نے اس کا اعتبار کیا ہو؛ حکم علت کے ساتھ وجوداً وعدماً دائر ہو یعنی جہاں علت ہو وہاں حکم ہو اور جہاں علت نہ ہو وہاں حکم نہ ہو؛ اصل کا حکم ایسا نہ ہو جو خود قیاس کے خلاف مخصوص ہو کیونکہ جو چیز خود قیاس کے خلاف ثابت ہو اس پر آگے قیاس نہیں چلتا؛ اور فرع میں کوئی ایسی نص موجود نہ ہو جو اس کے برعکس حکم دے رہی ہو، ورنہ قیاس فاسد الاعتبار ہو گا۔ یہ شرائط اس لیے رکھی گئی ہیں کہ قیاس اندھی رائے کا نام نہ بن جائے بلکہ وحی کی علت کو آگے بڑھانے کا منظم ذریعہ بنے۔

قیاس کی اقسام

قیاس کی کئی تقسیمیں ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔ پہلی تقسیم علت کے وضوح کے اعتبار سے ہے: قیاس جلی اور قیاس خفی۔ قیاس جلی وہ ہے جس میں علت بڑی واضح ہو اور یہ یقین کے قریب ہو کہ فرع بھی حکم میں اصل کے ساتھ ہے، جیسے والدین کو اف کہنے کی ممانعت والی آیت سے ان کو مارنے کی حرمت پر قیاس کرنا؛ مارنا اف کہنے سے بڑھ کر اذیت ہے اور علت یعنی ایذا رسانی دونوں میں مشترک ہے، اسے قیاس الاولی بھی کہتے ہیں جب فرع اصل سے بڑھ کر ہو۔ قیاس خفی وہ ہے جس میں علت کچھ پوشیدہ ہو اور اس کے استخراج میں اجتہاد درکار ہو، جیسے قتل عمد میں قصاص کی آیت سے خطا کے احکام یا میراث کے بعض فروعی مسائل میں قیاس؛ اسی قیاس خفی کو استحسان کے مقابلے میں بھی رکھا جاتا ہے کہ جب قیاس خفی کسی قوی دلیل کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو وہ استحسان کہلاتا ہے۔ دوسری تقسیم علت اور فرع کے باہمی تعلق کے اعتبار سے ہے: قیاس مساوی، جس میں فرع اصل کے بالکل برابر ہو جیسے غلام کو آزاد کرنے کے بعض مسائل کو لونڈی پر قیاس کرنا؛ قیاس اولی، جس میں فرع میں علت اصل سے زیادہ پائی جائے جیسے اف سے مارنے کی طرف جانا؛ اور قیاس ادنی، جس میں فرع میں علت اصل سے کم درجے میں ہو، جیسے سیب کو گندم پر سود کے باب میں قیاس کرنا جہاں جنس و قدر کی مشترکہ حیثیت کمزور درجے میں موجود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں اختلاف بھی زیادہ ہوا۔ تیسری تقسیم علت کی نوعیت کے اعتبار سے ہے: قیاس باعتبار علت منصوصہ، جہاں علت خود نص سے سمجھ میں آتی ہو جیسے یتیم کا مال کھانے کی ممانعت میں علت یتیم کی کمزوری ہے؛ اور قیاس باعتبار علت مستنبطہ، جہاں مجتہد مختلف طریقوں مثلاً مناسبت، دوران

اور سبر و تقسیم سے علت نکالتا ہے جیسے سود کی علت کا استنباط۔ چوتھی تقسیم دلالت کے اعتبار سے بھی ذکر کی جاتی ہے کہ بعض قیاس قطعی درجے کے قریب ہوتے ہیں اور اکثر ظنی ہوتے ہیں، اور ظنی ہونے کے باوجود ان پر عمل واجب ہے کیونکہ عمل کے لیے ظن غالب کافی ہے۔

جدول: قیاس کی اہم اقسام اور مثالیں

قیاس کی قسم	مفہوم	مثال
قیاس جلی	علت بالکل واضح ہو	اف کہنے کی ممانعت سے مارنے کی حرمت
قیاس خفی	علت پوشیدہ استنباط درکار ہو	سود کی علت کا استخراج اور اس پر فروعی قیاس
قیاس اولی	فرع میں علت اصل سے زیادہ ہو	مارنا اف کہنے سے بڑھ کر اذیت ہے
قیاس مساوی	فرع اصل کے برابر ہو	غلام کے مسائل کو لونڈی پر قیاس
قیاس ادنی	فرع میں علت کم درجے میں ہو	سیب کو گندم پر سود میں قیاس

ان مثالوں پر غور کرنے سے قیاس کی عملی صورت واضح ہوتی ہے۔ نشہ آور جدید اشیاء مثلاً مختلف منشیات کا حکم شراب پر قیاس کر کے دیا جاتا ہے کیونکہ علت نشہ سب میں مشترک ہے۔ بینک کے لین دین کے سود کا حکم کتابی سود پر قیاس ہوتا ہے۔ نماز میں قہقہے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ قیاس خفی اور استحسان کے مباحث کی مشہور مثال ہے۔ غرض روزمرہ کے سینکڑوں نئے مسائل قیاس ہی کے ذریعے حل ہوتے ہیں اور یہی شریعت کی ہمہ گیری کی دلیل ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ قیاس غیر منصوص مسئلے کو مشترک علت کی بنا پر منصوص مسئلے کے حکم میں شریک کرنے کا نام ہے اور اس کے چار ارکان اصل، فرع، علت اور حکم ہیں۔ اس کی اقسام جلی و خفی، اولی، مساوی و ادنی اور باعتبار علت منصوص مستنبطہ ہیں، جن کی مثالیں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ نور الانوار نے قیاس کی اس بحث کو شرائط و اقسام سمیت بیان کر کے طالب علم کو اجتہاد کا صحیح طریقہ سکھایا ہے، تاکہ وہ ہر نئے مسئلے کو وحی کی روشنی میں حل کر سکے اور قیاس کو ذاتی رائے بازی سے بچا سکے۔

سوال نمبر 3: مناظرۃ اور مناقضۃ کے معنی و مفہوم (20 نمبر)

سوال نمبر 3: مناظرۃ، مناقضۃ کے معنی و مفہوم پر جامع نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

اصول فقہ کی کتابوں میں جب دلائل کا باب آتا ہے تو وہاں صرف دلیل کا بیان نہیں ہوتا بلکہ دلائل کے باہمی تعلق، تقابلے اور تعارض کا بیان بھی آتا ہے۔ نور الانوار کے مباحث میں جہاں تعارض الادلہ، ترجیح اور دفع تعارض کی بحث ہے، وہیں مناظرۃ اور مناقضۃ جیسی اصطلاحات اسی ذیل میں سمجھی جاتی ہیں۔ مناظرۃ کا تعلق دو فریقوں یا دو دلیلوں کے باہم مقابلے اور بحث و مباحثے سے ہے، جبکہ مناقضۃ کا تعلق دو باتوں یا دو دلیلوں کے اس باہمی ٹکراؤ سے ہے جس میں ایک کو ماننے سے دوسری کا باطل ہونا لازم آئے۔ یہ اصطلاحات علم منطق و آداب بحث سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہیں اور مجتہد و مناظر دونوں کے لیے ان کا جاننا ضروری ہے، کیونکہ غلطی اکثر اسی جگہ ہوتی ہے کہ قائل اپنی بات کی مناقضت کو خود نہیں پہچان پاتا یا مخالف کی دلیل کا صحیح جواب نہیں دے پاتا۔

مناظرۃ کے معنی و مفہوم

مناظرۃ باب مفاعلہ سے ہے جس میں مشارکت کا مفہوم ہوتا ہے، یعنی دو اشخاص کا کسی مسئلے پر باہم نظر و فکر کرنا اور دلیل کے ساتھ بحث کرنا۔ لغت میں نظر غور و فکر کو کہتے ہیں اور مناظرہ اسی سے نکلا ہے کہ دو لوگ ایک حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے آمنے سامنے ہوں۔ اصطلاح میں مناظرۃ سے مراد یہ ہے کہ دو متکلم کسی ایک مسئلے میں حق کو ظاہر

کرنے کے لیے قواعد مقررہ کے تحت اپنی اپنی دلیل پیش کریں اور ایک دوسرے کی دلیل پر غور کر کے اس کا جائزہ لیں۔ اصولیین اور متکلمین کے ہاں مناظرے کے کچھ آداب وشرائط ہیں: سوال کرنے والے کو سائل اور جواب دینے والے کو معلل یا مجیب کہا جاتا ہے؛ سائل کا کام دلیل پر اعتراض کرنا اور معلل کا کام اس اعتراض کا دفع کرنا ہوتا ہے؛ مناظرہ ہمیشہ حق کی تلاش کے لیے ہوتا ہے، غلبہ و فتح کی خواہش کے لیے نہیں، کیونکہ ہٹ دھرمی سے مناظرہ فتنہ بن جاتا ہے۔ اصول فقہ میں اس کا اطلاق یوں ہوتا ہے کہ جب دو دلائل بظاہر آپس میں ٹکراتی ہیں تو گویا وہ دونوں مناظرے کی صورت میں سامنے ہوتی ہیں اور مجتہد ان میں سے ہر ایک کا جائزہ لے کر جمع، نسخ، ترجیح یا تساقط کے اصولوں سے نتیجہ نکالتا ہے۔ اسی لیے علم آداب البحث والمناظرہ کو اصول وکلام کی مدد کار علوم میں شمار کیا جاتا ہے اور مدارس کے نصاب میں نور الانوار کے ماحول میں اسے الگ فن کی حیثیت حاصل رہی ہے۔

مناقضہ کے معنی ومفہوم

مناقضہ بھی باب مفاعلہ سے ہے اور یہ نقض سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا اور بکھیر دینا، جیسے بنی ہوئی عمارت کو گرا دینا یا بٹی ہوئی رسی کو کھول دینا۔ اصطلاح میں مناقضہ سے مراد یہ ہے کہ ایک کلام یا ایک دلیل اپنی ذات میں یا دوسرے کلام کے مقابلے میں اس طرح متضاد ہو کہ دونوں کا ایک ساتھ درست ہونا محال ہو؛ یعنی اول کو ماننے سے دوسرے کا بطلان اور دوسرے کو ماننے سے اول کا بطلان لازم آئے۔ منطق کی زبان میں دو قضیوں کا تناقض یہ ہے کہ وہ ایجاب وسلب میں اس طرح مختلف ہوں کہ دونوں نہ سچے ہو سکیں نہ جھوٹے۔ اصول کی بحث میں مناقضہ کی دو صورتیں اہم ہیں: پہلی خود قائل کے کلام میں مناقضت، یعنی مدعی پہلے ایک بات کہے اور پھر اس کے خلاف بات کہے، تو اس کی دوسری بات یا پہلی بات باطل ہو گی اور اس کا دعویٰ کمزور ہو جائے گا؛ دوسری دلیلوں کے درمیان مناقضت، یعنی ایک دلیل کسی حکم کو ثابت کرے اور دوسری دلیل اسی کی نفی کرے، تو یہ تعارض کی سخت ترین صورت ہے جسے دفع کیے بغیر عمل ممکن نہیں رہتا۔ فقہ میں اس کی عملی مثال یہ ہے کہ ایک ہی واقعے میں مدعی دو متضاد دعوے پیش کرے تو قاضی اس کی مناقضت کی وجہ سے اس کے دعوے کو رد کر دیتا ہے، جیسے پہلے کسی چیز کو اپنی ملکیت کہے اور پھر اسی کو دوسرے کی ملکیت تسلیم کرے۔

مناظرۃ و مناقضہ کا باہمی تعلق اور دفع کے اصول

دونوں اصطلاحوں کا باہمی تعلق یہ ہے کہ مناظرہ میدان ہے اور مناقضہ اس میں پیدا ہونے والی کیفیت؛ جب دو دلیلیں یا دو فریق مناظرے میں آمنے سامنے ہوتے ہیں تو بسا اوقات ان کے درمیان مناقضت ظاہر ہوتی ہے، اور پھر اسی مناقضت کو دور کرنے کے قواعد استعمال ہوتے ہیں۔ دلائل کی مناقضت کو دور کرنے کی ترتیب نور الانوار کی بحث تعارض میں یوں ہے: سب سے پہلے اگر ایک دلیل دوسری کی ناسخ ثابت ہو تو نسخ سے حل کیا جائے گا؛ اگر نسخ معلوم نہ ہو تو ترجیح کے اصولوں سے ایک دلیل کو راجح قرار دیا جائے گا؛ اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو دونوں میں جمع کی کوشش ہو گی اگر جمع ممکن ہو؛ اور اگر یہ سب صورتیں نہ بن سکیں تو دونوں دلیلیں تساقط کا شکار ہو کر اس سے نیچے کے درجے کی دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مناظرے میں مناقضہ پیدا کرنے والے عام اسباب یہ ہیں: لفظ کا مشترک ہونا، مراد کی عدم تعیین، علت کا متنازع ہونا، اور قائل کا اپنے اصولی موقف سے ہٹ جانا۔ ایک اچھا مناظر ان اسباب کو پہچان کر بحث کو صاف کرتا ہے اور مناقضے کو دلیل کے اصل محل تک محدود رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی جاننا چاہیے کہ خصم کے کلام میں مناقضہ ثابت کر دینا مناظرے کی مضبوط ترین جیت ہوتی ہے کیونکہ اس سے اس کا پورا نظام دلیل آپس میں ٹکرا کر گر جاتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ مناقضہ حقیقی ہو محض ظاہری اختلاف کو مناقضہ نہیں کہہ سکتے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ مناظرۃ دو فریقوں یا دو دلیلوں کا حق ظاہر کرنے کے لیے قواعد کے تحت باہم مقابلہ و مباحثہ ہے، جبکہ مناقضہ دو باتوں یا دلیلوں کا ایسا ٹکراؤ ہے جس میں دونوں کا ایک ساتھ درست ہونا محال ہو۔ مناقضہ پیدا ہونے پر نسخ، ترجیح، جمع اور تساقط کے اصولی مراحل سے مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔ نور الانوار کے ماحول میں یہ اصطلاحات طالب علم کو سکھاتی ہیں کہ استدلال صرف دلیل لانے کا نام نہیں، دلیل کی صحت کو پرکھنے، اس کے مقابلے کا جواب دینے اور تناقض سے بچنے کا نام بھی ہے؛ اسی سے طالب علم کی فکری تربیت مکمل ہوتی ہے۔

سوال نمبر 4: ترجیح کا مفہوم اور انواع (20 نمبر)

سوال نمبر 4: ترجیح کا مفہوم اور انواع تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

شریعت کے دلائل بکثرت ایسے ہیں کہ کسی ایک مسئلے میں دو دلیلیں بظاہر مختلف سمتوں میں اشارہ کرتی نظر آتی ہیں۔ ایسی صورت میں مجتہد دونوں کو رد بھی نہیں کر سکتا اور دونوں پر ایک ساتھ عمل بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ عمل کے لیے ایک متعین راستہ چاہیے۔ اس مرحلے پر ترجیح کا اصول کام آتا ہے: دونوں دلیلوں کو ان کی قوت و ضعف کے اعتبار سے تولا جاتا ہے اور جو زیادہ قوی نکلتی ہے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ ترجیح اصول فقہ کے باب تعارض الادلہ کی جان ہے اور نور الانوار نے اسے انواع سمیت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اسے سمجھے بغیر نہ فقہی اختلاف کو سمجھا جا سکتا ہے نہ کسی مسئلے میں راجح قول تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ترجیح کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

ترجیح لغت میں رجحان سے ہے جس کے معنی ہیں ترازو کے ایک پلڑے کا جھک جانا اور بھاری ہو جانا۔ اصطلاح میں نور الانوار کے مطابق ترجیح یہ ہے کہ دو متعارض دلیلوں میں سے ایک کو کسی ایسے وصف کی وجہ سے مقدم قرار دیا جائے جو اسے دوسری کے مقابلے میں قوت دیتا ہو، تاکہ اس پر عمل کیا جائے اور دوسری دلیل کو چھوڑ دیا جائے۔ ترجیح کی شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں دلیلیں واقعی متعارض ہوں؛ اگر ان میں جمع ممکن ہو تو ترجیح کی نوبت نہیں آتی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں دلیلیں اپنے درجے میں ہم پلہ ہوں؛ کتاب کو خبر واحد پر اور متواتر کو آحاد پر ترجیح کا معاملہ اصلاً ترجیح کا باب نہیں کیونکہ ان کا فرق ذاتی ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ترجیح کا وصف دلیل سے باہر کا ذاتی مزیت ہو، نہ کہ فقیہ کی ذاتی پسند؛ چنانچہ خواہش یا تعصب کی بنا پر کسی دلیل کو راجح کہنا ترجیح نہیں بلکہ ہوائے نفس ہے۔

ترجیح کی انواع

ترجیح کی انواع کو چار بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی نوع ترجیح باعتبار سند و روایت ہے۔ اس میں راوی کی کثرت، راوی کی فقہ و عدالت، روایت کی شہرت اور سند کا قرب دیکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جس حدیث کے راوی زیادہ ہوں وہ کم راویوں والی پر راجح ہو گی؛ جس کے راوی فقیہ و مجتہد ہوں ان کی روایت محض حافظ راویوں کی روایت پر راجح ہو گی کیونکہ فقیہ راوی معنی کی حفاظت زیادہ کرتا ہے؛ اور مشہور روایت خبر واحد پر راجح ہو گی۔ دوسری نوع ترجیح باعتبار متن و دلالت ہے۔ اس میں لفظ کی صراحت، حکم کی نوعیت اور دلالت کا درجہ دیکھا جاتا ہے؛ مثلاً مفسر ظاہر پر راجح ہے، محکم مفسر پر راجح ہے، صریح کنایہ پر راجح ہے، اور ناہی یعنی ممانعت والی دلیل مبیح یعنی اجازت والی دلیل پر راجح ہوتی ہے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے؛ اسی طرح مثبت حکم والی دلیل بعض صورتوں میں نافی پر راجح ہوتی ہے جب نافی کا علم محض عدم علم پر مبنی ہو۔ تیسری نوع ترجیح باعتبار حکم ہے۔ اس میں دیکھا جاتا ہے کہ کس حکم میں حفاظت زیادہ ہے؛ مثلاً جو حکم حرمت کو بتاتا ہو وہ احتیاطاً اباحت بتانے والی پر راجح ہوتا ہے جب دونوں ہم پلہ ہوں، اور حظر سے متعلق دلیلیں عبادات و معاملات میں خاص وزن رکھتی ہیں۔ چوتھی نوع ترجیح باعتبار امر خارجی ہے، یعنی دلیل سے باہر کی وہ چیز جو ایک طرف کو تقویت دیں، جیسے کسی حدیث کا عمل صحابہ سے موافق ہونا، کسی قول کا قیاس سے موافق ہونا، مدینہ کے عمل یا جمہور کے مذہب کی حمایت حاصل ہونا، یا راوی حدیث کا بعد کے زمانے سے متعلق ہونا۔ یہاں ایک انتباہ ضروری ہے کہ قیاس کو خبر پر اور اپنی پسند کو اصول پر ترجیح جائز نہیں؛ ترجیح ہمیشہ مقررہ وجوہ سے ہو گی جنہیں اصولیین نے بیان کیا ہے۔

جدول: ترجیح کی اہم انواع

مثال	وجہ ترجیح	ترجیح کی نوع
فقیہ راوی کی روایت غیر فقیہ پر راجح	راویوں کی کثرت و فقاہت	باعتبار سند
محکم کا مفسر پر اور مفسر کا ظاہر پر راجح ہونا	دلالت کی صراحت و قوت	باعتبار متن
مانع دلیل کا مبیح دلیل پر راجح ہونا	حکم میں احتیاط و حفاظت	باعتبار حکم

عمل صحابہ یا قیاس سے موافق روایت کا راجح ہونا	عمل و موافقت کی تقویت	باعتبار امر خارجی

ترجیح کے درجات کا عملی مظہر یہ ہے کہ جب کتاب کی دو آیتوں میں ظاہری تعارض ہو تو پہلے نسخ تلاش کیا جاتا ہے، نہ ملے تو مجموعی سیاق سے ترجیح دی جاتی ہے؛ جب دو احادیث متعارض ہوں تو راویوں کی فقہ، کثرت رواۃ اور اہل مدینہ کے عمل جیسے امور دیکھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر رفع الیدین یا آمین بالجہر جیسے مسائل میں فقہاء نے انہی وجوہ ترجیح کو استعمال کیا ہے؛ ہر مکتب نے اپنی دلیل کو کسی نہ کسی وجہ سے راجح قرار دیا ہے، اور یہی اختلاف دراصل ترجیح کے اختلاف کا نتیجہ ہے، دلیلوں کی موجودگی یا عدم موجودگی کا نہیں۔

ترجیح کی عملی اہمیت

ترجیح کی عملی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ فقہ کے سینکڑوں مسائل میں ائمہ کے درمیان اختلاف درحقیقت اسی ترازو کے استعمال کا نتیجہ ہے۔ مثال کے طور پر نماز میں آمین بالجہر اور رفع الیدین کے مسائل، جنازے کی تکبیرات اور طلاق و میراث کے کئی فروع میں ہر امام نے اپنی پیش کردہ حدیث کو کسی مقررہ وجہ ترجیح سے راجح قرار دیا ہے۔ اس سے طالب علم پر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ترجیح ایک مسلسل علمی عمل ہے جو ہر دور میں جاری رہتا ہے؛ جب نئے مسائل آتے ہیں تو موجودہ دلائل کو انہی وجوہ سے تولا جاتا ہے۔ ترجیح کا یہ نظام فقہ کو جمود سے بھی بچاتا ہے اور بے اصولی سے بھی، کیونکہ فیصلہ پسند سے نہیں اصول سے ہوتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ ترجیح دو متعارض ہم پلہ دلیلوں میں سے ایک کو مقررہ مزیت کی وجہ سے مقدم کرنے کا نام ہے۔ اس کی انواع چار ہیں: باعتبار سند، باعتبار متن و دلالت، باعتبار حکم اور باعتبار امر خارجی۔ ترجیح کے بغیر تعارض کا مسئلہ حل نہیں ہوتا اور یہی اصول ہر دور کے مجتہد کے ہاتھ میں وہ ترازو ہے جس سے وہ دلیلوں کو تول کر راجح حکم تک پہنچتا ہے۔ نور الانوار نے ان انواع کو بیان کر کے طالب علم کو سکھایا کہ اختلاف رائے میں بھی ایک نظام ہے اور رائے کی آزادی کا مطلب اپنی پسند کو راجح کہنا نہیں بلکہ مقررہ وجوہ کی روشنی میں دلیل کو پرکھنا ہے۔

سوال نمبر5: عوارض سماویہ پر مختصر نوٹ(20نمبر)

سوال نمبر5: نورالانوار کی روشنی میں عوارض سماویہ پر مختصر نوٹ لکھیں۔(20)

تعارف

اہلیت کی بحث میں نورالانوار نے عوارض کا باب رکھا ہے۔ اہلیت انسان کی اس صلاحیت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ شرعی احکام کا مخاطب بنتا ہے، لیکن بسا اوقات انسان پر ایسی حالتیں طاری ہو جاتی ہیں جو اس کی اہلیت کو ختم کر دیتی ہیں یا کم کر دیتی ہیں۔ ان حالتوں ہی کو عوارض کہتے ہیں۔ عوارض کی دو بڑی قسمیں ہیں: عوارض سماویہ اور عوارض مکتسبہ۔ سماویہ وہ ہیں جن میں انسان کے اختیار کو کوئی دخل نہیں اور وہ اللہ کی طرف سے انسان پر آتی ہیں؛ مکتسبہ وہ ہیں جو انسان کے اپنے کسب سے پیدا ہوں جیسے جہل، سفر، خطا، ہزل اور اکراہ وغیرہ۔ اس سوال میں مطلوب صرف عوارض سماویہ پر مختصر نوٹ ہے، جو درج ذیل ہے۔

عوارض سماویہ کی تعریف اور فہرست

عوارض سماویہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ عارضے جو بندے کے اختیار و کسب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر طاری ہوں اور اس کی اہلیت اداء کو زائل یا ناقص کر دیں۔ نورالانوار میں ان کی تعداد گیارہ بیان کی گئی ہے: جنون، صغر یعنی نابالغی، عتہ یعنی کم عقلی، نسیان، نوم یعنی نیند، اغماء یعنی بے ہوشی، رق یعنی غلامی، مرض، حیض، نفاس اور موت۔ ان میں سے ہر ایک کا جداگانہ درجہ ہے: کچھ اہلیت اداء کو بالکل ختم کر دیتے ہیں، کچھ اسے ناقص کر دیتے ہیں اور موت وہ آخری عارضہ ہے جس سے دنیوی اہلیت بالکل ختم ہو جاتی ہے، البتہ اس کے بعد بھی ذمے میں ثابت حقوق اور وراثت وغیرہ کے احکام چلتے ہیں۔ ذیل میں ہر عارضے کا حکم مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

ہر عارضے کا حکم مختصراً

جنون: پاگل پن عقل کو زائل کر دیتا ہے، اس لیے مجنون پر عبادات کا وجوب ادا ساقط ہے اور اس کے قول و فعل کا شرعی اعتبار نہیں، البتہ اس کے ذمے میں ضمان جیسے مالی حقوق ثابت رہتے ہیں تاکہ دوسروں کا حق تلف نہ ہو۔ صغر: نابالغ بچہ اہلیت وجوب کا حامل تو ہے کہ اس کے مال میں زکوٰۃ جیسے حقوق اور اس کے نقصان کا ضمان ثابت ہوتا ہے

مگر اہلیت اداء اس میں ناقص ہے، اس لیے اس کے مفید تصرفات درست، نقصان دہ تصرفات باطل اور دائر بین النفع والضرر ولی کی اجازت پر موقوف ہوتے ہیں۔ عتہ: معتوہ وہ ہے جس کی عقل میں خلل ہے مگر بالکل پاگل نہیں؛ اس کا حکم بعض صورتوں میں صبی عاقل جیسا اور بعض میں مجنون کے قریب ہے۔ نسیان: بھول خود انسان کے اختیار میں نہیں، اس لیے بھول کر کیا ہوا کام کئی مواقع پر معاف ہے، جیسے روزے میں بھول کر کھانا پینا روزہ نہیں توڑتا، البتہ دوسرے کے حق میں بھول عذر نہیں بنتی۔ نوم: سونے والا اس حالت میں مکلف نہیں، سو کر رہ جانے والی نماز قضا کی صورت میں ادا کی جائے گی اور اس کے منہ سے نکلے الفاظ کا اعتبار نہیں۔ اغماء: بے ہوشی نیند سے زیادہ سخت ہے؛ لمبی بے ہوشی میں نمازوں کا حکم اس کی مدت کے اعتبار سے ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ [illegible] اختیار سے باہر ہے۔ رق: غلامی زمانے میں اہلیت کو ناقص کر دیتی تھی کہ غلام کے تصرفات اور اس کے ذمے کے بعض احکام آزاد سے مختلف تھے۔ مرض: بیماری کی حالت میں شارع نے رخصتیں دی ہیں، جیسے بیٹھ کر نماز، روزے کی قضا کی اجازت وغیرہ، اور مرض الموت میں تصرفات پر وارثوں کے حق کی وجہ سے کچھ پابندیاں بھی لگتی ہیں۔ حیض و نفاس: ان حالتوں میں عورت سے نماز معاف ہے اور روزے کی قضا لازم ہے، یہ حکم اللہ کی طرف سے رخصت و تخفیف کے طور پر ہے۔ موت: یہ سب سے آخری عارضہ ہے جس سے مکلف کی دنیوی اہلیت ختم ہو جاتی ہے، پھر اس کے ترکے سے پہلے اس کے ذمے کے حقوق، قرض اور وصیت کا نظام چلتا ہے۔

عوارض سماویہ اور اہلیت کا باہمی تعلق

عوارض سماویہ کا اصل اثر اہلیت اداء پر پڑتا ہے، اہلیت وجوب پر نہیں۔ مثال کے طور پر مجنون کو اہلیت وجوب حاصل ہے، اس لیے اس کے مال میں حقوق ثابت ہوتے ہیں اور کوئی اس کا مال تلف کرے تو اسے ضمان دینا پڑتا ہے، اور مجنون خود کسی کا مال تلف کر دے تو اس کے مال سے تلافی ہوتی ہے؛ مگر اہلیت اداء نہ ہونے کی وجہ سے نہ اس پر نماز روزے کے ادا کا وجوب باقی رہتا ہے نہ اس کی طلاق و بیع جیسے تصرفات نافذ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سویا ہوا انسان اور بے ہوش انسان اہلیت اداء سے عارضی طور پر محروم ہوتے ہیں، اسی لیے ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور ان کے غیر ارادی افعال کا کوئی شرعی اعتبار نہیں ہوتا، اور نماز جیسی عبادات ان پر اس حالت میں فرض نہیں رہتیں۔

ان عوارض کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بعض عارضے عارضی ہیں اور بعض دائمی۔ نوم، نسیان اور اغماء عارضی ہیں کہ ان کے ختم ہونے سے اہلیت واپس آجاتی ہے اور جو عبادات رہ گئی ہوں ان کی قضا کی صورتیں بھی شریعت نے بتادی ہیں۔ جنون بسا اوقات دیرپا ہوتا ہے تو اسی کے مطابق اس کے احکام بھی طویل مدت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صغر ایک تدریجی عارضہ ہے جو تمیز اور پھر بلوغ کے ساتھ درجہ بدرجہ ختم ہوتا ہے اور اسی تدریج پر اس کے احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔ عتہ جنون اور صغر کے درمیان کی حالت ہے۔ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ہر حالت کا بہ انضام رکھا ہے اور کسی ایک عارضے کا حکم دوسرے پر بے سوچے چسپاں نہیں کیا گیا۔ یہی باریک بینی نور الانوار کی اس بحث کی خاص خوبی ہے کہ ہر عارضے کو اس کے مرتبے پر رکھ کر اس کے مخصوص احکام بیان کیے گئے ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ عوارض سماویہ وہ گیارہ حالتیں ہیں جو انسان کے اختیار کے بغیر اس پر طاری ہو کر اس کی اہلیت کو زائل یا ناقص کر دیتی ہیں: جنون، صغر، عتہ، نسیان، نوم، اغماء، رق، مرض، حیض، نفاس اور موت۔ نور الانوار کی اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے انسان کی کمزور حالتوں کا پورا لحاظ رکھا ہے؛ جہاں عقل یا قدرت نہ رہے وہاں تکلیف اٹھا لی گئی یا کم کر دی گئی۔ یہ شریعت کی رحمت و حکمت کی روشن دلیل ہے کہ اس کے احکام انسان کی اصل حالت کے مطابق نازل ہوئے ہیں۔